Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

عہد ساز اور ادبی رسائل کی تاریخ میں ماہنامہ "ساقی" کا کردار

THE ROLE OF THE MAHNAMA "SAQI" IN THE HISTORY OF LITERARY MAGAZINES

نثار علی

پی ایچ ڈی اسکالر شعبۂ اردو جامعۂ سرحد

عاصمہ نواز داوڑ

پی ایچ ڈی اسکالر شعبۂ اردو جامعۂ سرحد

تانیہ عنبرین

پی ایچ ڈی اسکالر شعبۂ اردو جامعۂ سرحد

Abstract

Literary journals are examples of the creative journey of their time. Literary journals in Urdu language began to be published in the nineteenth century AD. In the twentieth century, innumerable literary journals became prominent and closed. Although the number of long-lived Urdu literary magazines is not high .Magazines have been instrumental in the development of short fiction around the world. If the magazine is being printed with restrictions, it needs short articles. This thing promoted fiction. Seen in this context, "Saqi" plays a significant role in the development of Urdu fiction. Although Maulana Salahuddin Ahmed was a relatively big critic of fiction. The role of the editor of a magazine, "Saqi" has been trend-setting in many ways.it not only maintained the tradition of special numbers in Pakistan but also tried to promote it and "Saqi" did not shy away from "the manner of making fun and kindness"

1۔ عہد ساز اور ادبی رسائل کی تاریخ میں ماہنامہ "ساقی" کے باب اول کا آغاز یوں کرتی ہیں:

"مجلہ یا رسالہ سے مراد وقفوں کے بعد شائع ہونے والا جریدہ ہے"(1)

دراصل یہ اصطلاحی اخبار اور کتاب کے علاوہ ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہانہ، دوماہی، سہ ماہی شش ماہی اور سالانہ شاءع ہونے والی ہر طرح کی اشاعت کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ جو چیز اخبار اور رسالے کو الگ کرتی ہے وہ مواد ہے۔ اخبار کا مواد وقتی دلچسپی کا حامل ہوتا ہے۔ اور واقعاتی انداز میں روزمرہ کے اہم حالات وواقعات کو پیش کرتا ہے اور اس میں خبریت کا پہلو اُجاگر ہوتا ہے جب کہ رسالے کا مواد مستقل نوعیت کا ہوتا ہے۔ جس میں علمی، ادبی، ثقافتی، تاریخی قسم کے رُخ واضح ہوتے ہیں۔

ادبی رسائل اپنے اپنے عہد کے تخلیق سفر کے نمونے ہوتے ہیں۔ اردو زبان میں ادبی رسائل انیسویں صدی عیسوی میں شاءع ہونا شروع ہو جاتے ہیں، بیسویں صدی میں لاتعداد ادبی رسال نمایاں ہوں کر بند ہوگئے۔ اگرچہ طویل عمر پانے والے اردو ادبی رسائل کی تعداد زیادہ نہیں۔ تاہم یہ اردو ادب کی مقدار اور اس کے وقار میں اضافے کا باعث ہے۔ عہد ساز اردو سالوں کے مدیران نے ادب کو ایک مخصوص فکر و نظر کا نقیب بنایا اور ایک مخصوص جہت دینے کی کوشش کی۔ اس ضمن میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ”بیسویں صدی میں ارتقا کی اس لکیر پر ”مخزن“ کے مدیر شیخ عبدالقادر، ”ستارہ صبح“ کے مدیر، مولانا ظفر علی خان، ”زمانہ“ کے مدیر دیانرائن نگم، ”ہلال“ کے مدیر ابوالکلام آ;زاد، ”ادبی دنیا“ کے مدیر مولانا اصلاح الدین احمد ”ساقی“ کے مدیر شاہد احمد دہلوی ”شاہکار“ کے مدیر تاجور نجیب آبادی، ”ہمایوں“ کے مدیر میاں بشیر احمد اور مولانا حامد علی خان اور ”نگار“ کے نامور مدیر نیاز فتح پوری سے ظاہر ہوئے اور ان سب نے ادبی رسالے سے فکری تحریکیں برپا کرنے کا کام کمال دانش مندی سے لیا“(۲)

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے بیسویں صدی برصغیر کی مجلاتی تاریخ کئی منزلیں طے کر چکی تھی بلکہ مجلاتی صحافت کا زرّیں دور تخلیقِ پاکستان سے قبل ہی کا دور ہے۔ اس دور میں اردو مجلات کے دو بڑے مراکز دہلی اور لاہور تھے۔ اردو افسانے کے فروغ میں اہم کردار ادا کرنے والے ماہنامہ ”ساقی“ نے جب اپنی اشاعت کا آغاز (جنوری 1930ء) کیا تو اُس دور کے ادبی رسائل میں سے چھ اہم اور بڑے نام یہ تھے۔(ا) ہمایوں، لاہور (سال اجرا۔ 1922ء)

”ہمایوں“ میاں بشیر احمد نے جنوری 1922ء کو لاہور سے جاری کیا، مولانا تاجور نجیب آبادی فاضل دیوبند اس کے معاون مدیر تھے۔ میاں بشیر احمد اور مولانا حامد علی خان ”ہمایوں“ اپنی روایتی رفتار، پالیسی اور کردار کے لحاظ سے نکل رہا تھا۔ (ہمایوں کو جواں مرگ منظور احمد بھی ایڈٹ کرتے رہے تھے) ”ہمایوں“ نے افسانے کو بھی اہمیت دی۔ اگست 1933ء میں افسانہ نمبر چھاپا۔ سعادت حسن منٹو کی معاونت سے مئی 1953ء میں ”روسی ادب نمبر“ اور ستمبر 1953ء میں ”فرانسیسی ادب نمبر“ شاءع کیے۔ ”ہمایوں“ نے اپنے اخلاقی ضابطوں کو قائم رکھنے کے ساتھ ترقی

Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

پسند تحریک کے زیرِ اثر ہونے والے ادب کے نئے تجربات کو خیر مقدم کیا۔ یوسف ظفر کے دور ادارت میں ترقی پسند تحریک کے علاوہ حلقہ ارباب ذوق کے ادیبوں کو نمایاں جگہ دی گئی۔ آزادی کے بعد تخلیقی اصناف کو اہمیت دیتے ہوئے افسانوں میں معاشرتی مسائل کو لطافتِ احساس کے ساتھ شاعع کیا۔(۲) نگار، بھوپال / لکھنؤ / کراچی (سال اجرا۔1922)

مولانا نیاز فتح پوری نے 1922ء میں ہی بھوپال سے "نگار" جاری کیا تو قصص و حکایت کے اُس دور میں اس کا مقصد ادب، تاریخ اور علوم نو کا فروغ تھا۔ اس کیلئے تحقیقی، تنقیدی مضامین اور شعری تخلیقات اس کے مواد اشاعت میں شامل تھے۔ "نگار" نے ابتدائے اشاعت ہی میں مقبول افسانوی ادب سے علاحدہ فکری مسائل و افکار کی گہرائی میں اُترنے کی طرح ڈالی اور علوم وفنون، ادب، تاریخ اور سیاست کو پیش کرنے کی راہ اپنائی۔ تاہم 1994ء میں افسانہ نمبر بھی شاعع کیا۔(۳) عالمگیر، لاہور (سال اجرا۔1942ء)

جون 1942ء میں منظر عام پر آیا۔ اس کے مدیر حافظ محمد عالم اور نائب مدیر ظفر ہاشمی تھے۔ "عالمگیر" نے اپنے ضخیم اور خاص نمبروں کی وجہ سے ادبی فضا پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ اس رسالے نے تنقید مضامین کے ساتھ افسانوں کو بھی نمایا جگہ دی۔ عبدالرحیم شاہ شبلی نے نئے افسانہ نگاروں کو متعارف ہونے کا موقع دیا اور ان کے ابتدائی افسانے شاعع کر کے اعتماد دیا۔(۴) نیر نگِ خیال، لاہور (اجرا۔1942ء)

جولائی 1942ء میں حکیم یوسف حسن خان نے " نیر نگ خیال" کی ابتدا کی، معاون مدیر محمد دین تاثیر تھے۔ اسے ادبی رسائل میں ایک مجتہد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس نے ایک مخصوص نظریاتی نوعیت کے مضامین لکھنے والوں کا حلقہ پیدا کیا۔ اس کے پہلے صفحے پر یہ اعلان شاعع ہوا تھا۔ کہ " ایجاد ہمارا حصہ ہے۔ اور تقلید دوسروں کا" اس رسالے نے بھی "افسانہ نمبر" شاعع کیے۔ عظیم بیگ چغتائی کا مشہور افسانہ " انگوٹھی کی مصیبت" شاعع کیا۔ پاکستانی دور میں چینی افسانہ نمبر (1972ء) شاعع کیا۔(۵) ادبی دنیا، لاہور (سال اجرا۔1992ء)

مولانا تاجور نجیب آبادی پہلے "ہمایوں" سے منسلک تھے پر 1992ء میں لاہور سے "ادبی دنیا" شروع کیا جو 1933ء میں مولانا صلاح الدین احمد کو فروخت کر دیا۔ یہ ایک ماہنامہ ہی نہیں ایک روایت، ایک ادارے اور مشن کا نام ہے "ادبی دنیا" نے جدید اردو افسانے کے اولین معمار کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی اور کئی دوسروں کی تربیت کی اگرچہ 1959ء کے بعد اردو افسانے کو بہت کم جگہ دی، تاہم ان کے معیار پر کئی نامور افسانہ نگار رہے۔ "ساقی" نے بھی اپنے اس معاصر رسالے کو کافی اہمیت دی۔ اپنے ادارے میں لکھا کہ مولانا صلاح الدین صاحب اپنے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں " یہ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ "ہمایوں" بند ہو گیا، اب "ادبی دنیا" کا بھی چل چلاؤ سمجھیے۔۔۔ "ہمایوں" کے بزرگوں میں سے تھا اور "ادبی دنیا" ہم عمر ہے"(۳) (۶) ادبِ لطیف، لاہور (سال اجرا۔1953ء)

مارچ 1953ء میں چودھری برکت علی بی اے نے "ادبِ لطیف" کے نام سے ادبی ماہنامہ جاری کیا، اس رسالے کے مدیر مرزا ادیب کو افسانے کا ذوق تھا۔ اُن کے بعد رسالے کے مالک چودھری برکت علی نے ترقی پسند تحریک سے ناطہ جوڑا، تاہم دوسرے افسانہ نگاروں پر اشاعتی پابندی نہیں لگائی گئی۔ 1994ء میں مرزا دیب اسے ترقی پسندی کی انتہا سے دوبارہ اعتدال و توازن پر لائے 1926ء میں انتظار حسین نے علامتی اور تجریدی افسانے کو پیش کیا۔(۷) ساقی، دہلی (سال اجرا1930ء)

ساقی شاہد احمد دہلوی جو ڈپٹی نذیر احمد کے پوتے اور مولوی بشیر الدین کے فرزند تھے، نے جنوری 1930ء میں دہلی سے ماہنامہ "ساقی" کا اجرا کیا۔ اس میں نئے نئے تجربات کرنے اور ادب کو مائل بہ ارتقار کھنے کا رحجان نمایا نظر آیا۔ اردو افسانے کو خصوصی اہمیت دینے کے ساتھ دیگر اصناف میں نئی کروٹوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ "ساقی" کے اجرا کے بعد سے آزادی تک کے سترہ سال بے حد ہنگامی تھے۔ آزادی کی تحریکوں کے زور پکڑے اور عالمگیر جنگ کے منڈلاتے بادلوں کے ساتھ مغرب و مشرق کے فاصلے کم ہو رہے تھے۔ لندن سے پڑھ کر آنے والے نوجوان ہندوستانی مٹی میں نئے تصورات کا بیج بو رہے تھے۔ رومانوی افسانوں نے زمین کے لمس کو محسوس کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور حقیقت نگاری کا رحجان ترقی پذیر تھا۔ اس دور مین ادبی رسالے ذہنی اور فکری انقلاب کے نقیب تھے۔ ادبی پرچوں کی خریداری کو ایک تہذیبی عمل سمجھا گیا۔ اگرچہ ہر چھوٹے بڑے شہر سے کئی ادبی رسالے شاعع ہوئے مگر ادبی سطح پر نیاز فتح پوری، مولانا صلاح الدین اور شاہد احمد دہلوی جیسے بالغ نظر لوگوں کے رسائل محرک قوت ثابت ہوئے۔ اگرچہ لاہور کے ادبی رسالے عالمگیر اور نیر نگ خیال اپنے خاص نمبروں کے اعتبار سے شہرت رکھتے تھے مگر " ساقی" نے دلّی نمبر، جاپان نمبر اور چغتائی نمبر وغیرہ نکال کر نُدرت پیدا کی۔ مدیران جراءِ اردو کی جواں حوصلہ جماعت میں بھی مدیر "ساقی" شاہد احمد دہلوی نمایا رہے۔

دنیا بھر میں مختصر افسانے میں جو پیش رفت ہوئی ہے اس میں رسائل کا خاص ہاتھ رہا ہے۔ رسالہ اگر پابندی کے ساتھ چھپ رہا ہے تو اسے مختصر تحریریں درکار ہوتی ہے۔ اس چیز نے افسانے کو فروغ دیا۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو اردو افسانے کی ترقی میں "ساقی" کا خاصا حصہ ہے۔ اگرچہ مولانا صلاح الدین احمد فکشن کے نسبتاً بڑے نقاد تھے۔ لیکن ایک آدمی کا ذاتی کردار اپنی جگہ پر ہے اور ایک رسالے کے مدیر کا کردار اپنی جگہ پر "ساقی" کئی طرح سے رجحان ساز رہا ہے جس سے "ساقی" نے ایک پبلی کیشن فورم کے طور پر ڈسکشن پوائنٹ کے طور پر ادیبوں کو افسانے کی طرح مائل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اچرچہ غیر منقسم ہندوستان میں لاہور کے رسالے "ادبی دنیا" اور " نیر نگِ خیال" مشہور تھے تاہم دہلی سے شاعع ہونے والا "ساقی" جس نے ادب کی ناقابلِ فراموش خدمت کی اور اپنے لیے صفِ اول میں ایک اہم جگہ بنالی، جہاں یہ اردو کے ادیبوں کی نرسری بھی ثابت ہو اور اس دور کے بڑے بڑے لکھنے والوں کی اکثریت بھی اس سے وابستہ رہی۔ اس سلسلے میں سید وقار عظیم کی رائے یہ ہے:

> "ساقی کے ایڈیٹر کی حیثیت سے شاہد صاحب نے یہ کارنامہ بڑی خوبی سے ایک منجھے ہوئے فن کار کی طرح انجام دیا کہ اُن سے تعلق رکھنے والا ہر شخص ادیب بنا اور غیر شعوری طور پر اپنی ادبی صلاحیتوں کو اُبھار کر اپنا ایک منفرد مقام بنایا"(۴)

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

عہد ساز اردو ادبی رسائل کی تاریخ میں "ساقی" کی انفرادیت کے حوالہ سے روشن آرا راؤ نے "مجلاتی صحافت کے اداراتی مسائل" میں صفحہ ۱۳ پر ڈاکٹر انور سدید نے " پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ" کے صفحات 100 تا 104 پر اور ڈاکٹر سید محمد عارف نے "شاہد احمد دہلوی حالات و آثار" میں صفحہ 53 تا 751 پر تفصیل سے بات کی ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ شاہد احمد دہلوی نے جو ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے پوتے اور مولوی بشیر الدین کے فرزند تھے، جنوری 1930ء میں دہلی سے اردو رسالے ماہنامہ "ساقی" کا اجرا کیا تو اسے علامہ اقبال کے اس شعر سے سجایا

اس دور میں مَے اور ہے جام اور ہے جَم اور
ساقی نے بِنا کی روشِ لُطف و کرم اور

اس بزم ادب کے "ساقی" شاہد احمد دہلوی تھے، ادب اُن کی "مَے" تھی، رسالہ "ساقی" اُن کا" جام" تھا اور انہوں نے اس جریدے کے ذریعے "لُطف و کرم" کی ایک "نئی روش کی بِنا" ڈالی تھی، پیر حسّام الدین راشدی کا کہنا ہے۔ کہ:

" یہ شاہد احمد دہلوی ادبی میدان میں یوں ہی ٹپک نہیں پڑے تھے بلکہ خاندانی لحاظ سے ایک طویل اور موثر علمی روایت کا پورا انبار اپنی جھولی میں بھر کر لائے تھے اور خود بھی بھرپور ہو کر آئے تھے"(۵)

"ساقی" کے مقاصدِ اولیٰ میں زبان وادب کا پاکیزہ مذاق پیدا کرنا، اردو شاعری، نثر اور ادب لطیف کے نمونے پیش کرنا اور ادبا کے محاسن و کمالات کا تعارف، اشاعت اور تحسین کو اہمیت حاصل ہے۔ شاہد احمد دہلوی کے پیشِ نظر یہ حقیقت بھی تھی کہ: اہلِ دہلی کی ٹکسالی زبان پر کسمپرسی کی حالت طاری ہے، اردو کی ترقی کا سہرا پنجاب کے سَر ہے اور اس کی قدردانی دکّن میں ہو رہی ہے"(٦)

لیکن متعدد بہ ادبی نقصان کے باوجود اُنہیں احساس تھا کہ دہلی اب بھی اردو کا مرکزی ہے۔ انہوں نے "ساقی" کو ایک ایسا مجموعہ بنانے کی کوشش کی جس کے مطالعے سے سب لوگ محفوظ ہوں۔ اُنہوں نے جس جذبہ مسابقت کے تحت "ساقی" جاری کیا، پھر اس کی ترویج وترقی کے کیلئے بھرپور کوشش بھی کی۔ دہلی کے کلاسیکی اور جدید ادیبوں کی اعلیٰ روایات کو اس میں سمیٹنے کی کوشش کی، اس ضمن میں ڈاکٹر سید محمد عارف فرمانتے ہیں کہ:

"خود انہوں نے اپنے طرز بیان میں محمد حسین آزاد اور اپنے دادا ڈپٹی نذیر احمد کے محاسنِ تحریر کو جمع کیا، نیز یہ کہیں تو بے جانہ ہو گا کہ انہوں نے طرزِ دہلی کے تمام تر امکانات کو اپنے اندر سمیٹ لیا"(۷)

ایک اور جگہ وہ رقم طراز ہیں کہ:

"ساقی کے اس سفر کو ڈاکٹر روشن رایوں دیکھتی ہیں۔ یہ دور رُومان پسندی تھا۔ چنانچہ "ساقی" کی بدولت رُومان پسندی اور کلاسیکی ادب کو فروغ ملا، شاہد احمد ادب میں قدامت اور جدت کے مداحت تھے، ترقی پسند تحریک کے آغاز پر جدید رجحانات بھی "ساقی" پر نمایا ہوئے"(۸)

"ساقی" کی اُٹھان دل فریب تھی، ابتدائی چند پرچوں ہی میں اسے اپنے عہد کے نامور لکھنے والوں کا تعاون حاصل ہو گیا۔ شاہد احمد دہلوی نے جہاں ادب میں کشادہ نظری کو فروغ دیا اور ہر نئے تجربے کے لیے چشمِ طلب وار کھی اور اسے بلا تعصب فروغ پانے کا موقع دیا۔ وہاں انہوں نے "ساقی" کے لکھنے والوں کو جو حلقہ پیدا کیا، اُن کے ساتھ عمر بھر عہدِ وفا بھی نبھایا۔ "ساقی" کی اس روش کے نتیجے میں بہت سے نئے لکھنے والے "ساقی" کے صفحات سے اُبھرے، کیوں کہ شاہد احمد دہلوی کی نظر اتنی جوہر شناس تھی کہ وہ نئے لکھنے والوں کی ابتدائی تحریروں کو دیکھ کر اُن کے روشن ادبی مستقبل کا اندازہ کر لیتے تھے۔ "ساقی" نے اپنا ایک مقناطیسی مدار قائم کر لیا تھا۔ اس مدار میں متعدد ادیب ستاروں کی طرح جگمگاتے رہے۔ ان تعلیم یافتہ ادیبوں نے اردو زبان کے دامن کو مغربی ادب سے تراجم کے ذریعے روشناس کرایا اور "ساقی" کے خصوصی نمبر مثلاً سالنامے، طنزو ظرافت نمبر اور افسانہ نمبر اس کی ادبی جہت کو آشکار کرتے رہے۔ یوں اردو کے سینکڑوں لازوال افسانے شاءع کرنا "ساقی" کا طرّہ امتیاز ٹھہرا "ساقی" اگرچہ قدیم اور جدید ادب کا نمائندہ تھا مگر اس نے جدید افسانے کو متارف کرانے مین بڑی خوش ذوقی کا ثبوت دیا، شاہد احمد اس ضمن میں عزم وہمت کا ثبوت دیا اور نئے ادب کی تحریک کے پروان میں رخنہ اندازی قبول نہیں کی۔ فراق اور عسکری جیسے لوگوں کی کالم نگاری ومسائلِ حاضر پر کڑی تنقید کی وجہ سے دلچپسی سے پڑھا گیا تو "ساقی" کی ادبی معرکہ آرائیوں کو بھی قارئینِ ادب کی توجہ حاصل کرنے میں دیر نہ لگی۔

آزاد سے پہلے ۱۷ سال تک دہلی کے مرکزی مقام سے شمعِ ادب کے انوار بکھیرنے کے بعد دلّی کے فسادات کی لپیٹ میں آجانے کی وجہ سے " ساقی" کراچی منتقل ہو گیا۔ (پہلا پرچہ ستمبر ۱۹۴۸ء میں شاءع ہوا) اب اس کا معیار تو بلند رہا مگر وضع سادہ تھی، لکھنے والوں میں بھی نئے نام رونما ہو چکے تھے مگر "ساقی" کو شیر ازۂ ادب بکھر جانے کا غم تھا۔ شاہد احمد دہلوی نے اپنا پیٹ کاٹ کر "ساقی" کی پرورش کی ادبی لحاظ سے شان دار پرچے مرتب کیے مگر مادہ پرستوں کی کور ذوقی نے "ساقی" کو سنبھالا نہ لینے دیا۔ بالآخر شاہد احمد دہلوی کو بیماری نے آلیا اور ۲۷ مئی 1976ء کو گزر گئے۔ اُن کی زندگی میں ہی عاصمہ، بیگم شاہد احمد (فروری 1985ء سے) "ساقی" کی مدیر معاون بن گئی تھیں۔ اُنہوں نے "ساقی" کو اپنے نامور خاوند کی یادگار کے طور پر زندہ رکھنے کی کوشش کی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے شاہد احمد دہلوی نمبر مرتب کیا، یوں "ساقی" نے ۱۷ سال ہندوستان میں اور ۳۲ سال پاکستان میں اردو ادب کی خدمت کی۔ "ساقی" شاہد احمد دہلوی کی زندگی کا حاصل تھا۔ وہ خود لکھتے ہیں:

"بیس پچیس سال پہلے "ساقی" فیشن میں داخل ہو گیا تھا، گھر گھر "ساقی" کا چرچا تھا، دنیائے ادب میں متعارف ہونے کے لیے ضروری تھا کہ "ساقی" میں اپنی چیزیں شاءع کرائے جائیں"(۹)

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"ساقی" نے پاکستان میں بھی خاص نمبروں کی روایت کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اسے فروغ دینے کی کوشش بھی کی اور "ساقی" نے "بناکی روشِ لطف و کرم اور" کے رویے سے احتراز نہیں کیا۔ "ساقی" کا ماضی تابندہ تھا اور اس نے مقدور بھر اپنے حال کو بھی روشن رکھا۔ چنانچہ دمِ آخر تک "ساقی" کا ماضی تابندہ تھا اور اس نے مقدور بھر اپنے حال کو بھی روشن رکھا۔ چنانچہ دمِ آخر تک "ساقی" کم و بیش اسّی صفحات پر چھپتا رہا، عاصمہ شاہد احمد دہلوی کے اداریے سے اقتباس لکھیں:

"ساقی گزشتہ ۲۷ سال سے شاءع ہو رہا ہے، "ساقی" نے کئی نسلوں کی آب یاری کی ہے اور متعدد ادیبوں کو ادب سے روشناس کرایا اور اُنہیں عظمت و شہرت کے بامِ عروج تک پہنچایا ہے۔ ماہنامہ "ساقی" شاہد احمد دہلوی مرحوم کی اولادِ معنوی ہے۔ "ساقی" اُنہیں اتنا عزیز تھا کہ مسلسل نقصان اُٹھانے کے باوجود وہ اسے شاءع کرتے رہے، "ساقی" اور شاہد احمد دہلوی ایک ہی تصویر کے دو رُخ تھے" (10)

ماہنامہ "ساقی" کی کہانی ماہنامہ "ساقی" کے اجرا کا خیال کیسے آیا اور اس کی اشاعت کی ضرورت کب اور کیوں محسوس کی گی۔ اس ضمن میں ویسے تو بہت سی آرا ملتی ہیں۔ مثلاً شاہد احمد دہلوی کی ٹیم کے ایک اہم رکن سید ولایت حسین خمار دہلوی المعروف "پیر جی" کا کہنا ہے:

" 1930ء میں سراج الدین احمد (شاہد احمد کے برادر خورد) انصار ناصر اور میرے مشورے سے شاہد صاحب نے دلّی سے رسالہ "ساقی" جاری کیا (۱۱)

اسی طرح شاہد احمد کے ایک رشتہ دار معروف شاعر تابش دہلوِی لکھتے ہیں:

"ایک محفل میں احباب کو خیال آیا کہ ایک رسالہ نکالا جائے"(12)

شاہد احمد کے سگے بھائی منذر احمد بھی بتاتے ہیں کہ :

"انہوں (شاہد احمد) نے بعض دوستوں کے مشورے سے جن میں انصار ناصری، فضل حق قریشی اور افضل حسین چشتی (علامہ مضحک) قابلِ ذکر ہیں، ایک ماہنامہ نکالنے کا ارادہ کر لیا(13)

مگر صحیح صورت حال یہ ہے کہ سید انصار ناصری (سابق ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل ریڈیو پاکستان جو خان بہادر میری ناصر علی صاحب "صلائے عام" کے پوتے تھے اور رشتے میں شاہد احمد دہلوی کے بھانجے ولایت حسین خمار دہلوی کے ماموں زاد تھے اور شاہد احمد بی اے آنرز کر چکے تھے اور ایم اے کی تیاریوں میں مصروف تھے اور جو خود "ساقی" کے اولین دور میں مدیر معاون بھی رہے) نے مشورہ دیا تھا۔ شاہد احمد دہلوی خود بتا تے ہیں:

"ایک دن کہا، لاہور سے کیسے کیسے اچھے رسالے نکل رہے ہیں، مگر دلّی سے کوئی اچھا پرچہ نہیں نکلتا" (14)

"مجھے مشورہ دیا کہ دلّی سے ایک عمدہ ادبی ماہنامہ جاری کیا جائے، اپنی سمجھ میں یہ بات آگئی" (15)

خود انصار ناصری نے ساقی کے پہلے تعطل کے بعد دوبارہ اشاعت شروع ہونے پر پرانی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے بتایا تھا کہ 1992ء کی گرمیوں کی شام تھی، تاج محل آگرہ کے باغ کے ایک کونے میں شاہد احمد اور اُن کے درمیان اردو صحافت کے مستقبل پر گرما گرم بحث ہوئی۔ شاہد احمد کو یہ شکایت تھی کہ "لوگوں نے تجارتی اغراض پر صحیح مذاق قربان کر دیا ہے" لہٰذا انہوں نے کہہ دیا کہ "ہم خود اپنا ایک رسالہ جاری کریں"(16)

اب سوال اُٹھتا ہے کہ رسالے کا نام "ساقی" کیسے تجویز ہوا۔ اس ضمن میں تابش دہلوی کہتے ہیں کہ:

"کسی نے رائے دی کہ دیوان حافظ سے فال لی جائے، چنانچہ دیوانِ حافظ منگایا گیا اور فال میں رسالے کا نام "ساقی" نکلا"(17)

حافظ شیرازی کے جس مصرعے کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ یہ ہے۔ ع:

جہان فانی و باقی، فدائے شاہد و ساقی

فضل حق قریشی نے بھی "ساقی" کے شاہد احمد دہلوی نمبر میں لکھا کہ لسان اللغیب نے "شاہد و ساقی" کی یہ ترکیب شاہد احمد دہلوی اور ماہنامہ "ساقی" کے لیے ہی وضع کی تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ رسالے کے اجرا کی تجویز کرنے کا سہرا ابھی انصار ناصری کے سر بندھتا ہے۔ جب بہت سے دیوان اور لغتوں سے نام ڈھونڈنے پر بھی پسند نہ آئے تو بقول انصار ناصری :

"کمرے کی خاموش فضا میں اچانک جبریل کے شہ پر کی سرسراہٹ سُنائی دیتی ہے، میں نے ڈرتے ڈرتے کہا" ساقی" شاہد چھل پڑے"(18)

شاہد احمد دہلوی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے:

"نام بہت سوچے، میاں انصار نے کہا ساغر ہے، پیمانہ ہے، صہبا ہے، مینا ہے مگر ساقی نہیں ہے۔ میں نے کہا" ساقی" ہی نکالیں گے"(91)

حوالہ جات

(۱) روشن آراء راؤ، مجلاتی صحافت کے ادارتی مسائل، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، 1988ء، طبع دوم، ص ۳۱۔
(۲) ڈاکٹر انور سدید، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ، اکادمی ادبیاتِ پاکستا، اسلام آباد، جنوری 1992ء، پیش لفظ، ص ۴۔
(۳) شاہد احمد دہلوی، ماہنامہ "ساقی" کراچی، جنوری 1959ء نگاہِ اولین، ص ۳

Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

(۴) سید وقار عظیم، ماہنامہ ’’ساقی‘‘ کراچی، ’’شاہد احمد دہلوی‘‘ 1970ء، شاہد صاحب، شاہد بھائی، ص ۲۶۱۔

(۵) پیر حسام الدین راشد، ماہنامہ ’’ساقی‘‘ کراچی، شاہد احمد دہلوی نمبر 1970ء، پنبہ کجا کجانم، ص ۳۸۔

(۶) شاہد احمد دہلوی، ماہنامہ ’’ساقی‘‘ کراچی، شاہد احمد دہلوی نمبر، 1970ء، پنبہ کجا کجانم، ص ۳۸۔

(۷) ڈاکٹر سید محمد عارف، ’’شاہد احمد دہلوی حالات و آثار‘‘، انجمن ترقی اردو، کراچی 2000ء ص ۲۹۲۔

(۸) روشن آراء راوَ، مجلاتی صحافت کے ادارتی مسائل، ص ۷۳۔

(۹) شاہد احمد دہلوی، ماہنامہ ’’ساقی‘‘ کراچی، ’’شاہد احمد دہلوی نمبر‘‘ 1970ء، خود نوشت، ص ۳۵۶۔

(10) عاصمہ شاہد احمد دہلوی، ماہنامہ ’’ساقی‘‘ کراچی، مئی 1982ء نگاہِ اولین (مشمولہ ’’یادیں اور باتیں‘‘ از سید وحید قیصر ندوی، مطبوعہ شاہد احمد دہلوی نمبر 1970ء ص ۴۱۳)

(۱۱) خمار دہلوی، ’’یاد شاہد‘‘ مرتبہ مقبول جہانگیر، مکتبہ اردو ڈائجسٹ، لاہور، اگست 1982ء، آہ شدو بھائی، ص ۲۸۳۔

(12) تابش دہلوی، ماہنامہ ’’ساقی‘‘ کراچی، ’’شاہد احمد نمبر‘‘ 1970ء، ’’ٹڈو بھائی‘‘ ص ۱۱۲۔

(13) منذر احمد، ماہنامہ ’’ساقی‘‘، کراچی، ’’شاہد احمد دہلوی نمبر‘‘ 1970ء، خود نوشت، ص ۱۵۶۔

(14) شاہد احمد دہلوی، ’’گنجینہ گوہر‘‘، (خاکے)، مکتبہ نیا دور، کراچی، ۲۶۹۲ء، ص ۵۶۲۔

(15) انصار ناصر، ماہنامہ ’’ساقی‘‘ دہلی، فروری 1943ء، نگاہِ پسیں، ص ۸۲۔

(16) تابش دہلوی، ماہنامہ ’’ساقی‘‘، کراچی، ’’شاہد احمد دہلوی نمبر‘‘ 1970ء، ’’ٹڈو بھائی‘‘، ص ۱۱۲۔

(17) انصار ناصری، ماہنامہ ’’ساقی‘‘ دہلی، فروری 1943ء، نگاہِ پسیں، ص ۹۲۔

(18) شاہد احمد دہلوی، ماہنامہ ’’ساقی‘‘، کراچی، ’’شاہد احمد دہلوی نمبر‘‘ 1970ء، خود نوشت،

(19) شاہد احمد دہلوی، ماہنامہ ’’ساقی‘‘ کراچی، ’’شاہد احمد دہلوی نمبر‘‘ 1970ء، خود نوشت، ص ۳۵۶۔